اور میں مر گیا
NOT
RESPONDING
سلیم رؤف

بِسمِ اللہ

تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار گزرتا ہے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو اللہ جانتا ہے تم نہیں۔

(البقرہ 2/ آیت 216)

کہہ دیجئے! اگر تم موت سے یا قتل ہونے کے ڈر سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اُٹھا سکو گے۔

(الاحزاب 33/ آیت 16)

اللہ بزرگ و برتر کا احسان عظیم ہے کہ اُس نے مجھے یہ ننھے منّے کتابچے لکھنے کی توفیق بخشی اور پھر ان میں اتنا اثر اور برکت دی کہ تقریباً نصف کروڑ افراد اِن کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ مختلف زبانوں میں تراجم کئے گئے۔ ہزاروں خطوط موصول ہوئے، لاکھوں بہن بھائیوں نے فون پر رابطہ کیا، ہزاروں بالمشافہ ملے اور بتایا کہ کس طرح اِن تحریروں نے اُن کی زندگی کا رُخ بدلا۔

o لاہور:۔ "بسنت سے پہلے میں چالیس ہزار روپے کی ڈور اور پتنگیں خرید کر لایا۔ ایک دوست نے "واہ رے مسلمان" پڑھنے کو دیا۔ پڑھتے ہی دُوکاندار کے پاس گیا اور رقم واپس لے کر اللہ کی راہ میں دے دی"۔

o گوجرانوالہ:۔ "نمازِ جمعہ کے بعد ایک صاحب "ننھا مبلغ" تقسیم کر رہے تھے۔ میں بھی لیکر گھر پہنچا، بیٹی سے کہا پڑھ کر سناؤ، سُنتے ہی سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ کل بیٹی کے جہیز کے لیے رنگین ٹی وی لانا تھا، اب اس نے لینے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آج کے بعد ہمارے گھر کبھی ٹی وی نہیں چلے گا"۔

o سیالکوٹ:۔ "کافی عرصہ منع کرتا رہا مگر بچے باز نہ آئے، آج آپ کا کتابچہ پڑھ کر انہوں نے ڈور اور پتنگوں کو آگ لگا دی۔ میری خواہش ہے کہ سیالکوٹ کا ہر فرد اسے پڑھے۔ آپ مجھے بیس ہزار کتابچے ابھی بھیج دیں"۔

o فیصل آباد:۔ "سلیم بھائی! تمام کتابچوں کے 500 سیٹ بھیج دیں۔ ایک دوست کی بارات میں پانچ سو مرد خواتین مدعو ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میرج ہال کے گیٹ پر ہر مہمان کو لفافے میں پیک کر کے ایک ایک سیٹ تحفہ دوں"۔

o واہ کینٹ:۔ "میرے بھائی نے آپکا ایک کتابچہ پڑھا اور الحمد للہ اس دن سے کوئی نماز نہیں چھوڑی"۔

o بہاولپور:۔ "اتنا لمبا سفر کر کے صرف آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں اور یقیناً آپکو خوشی ہوگی کہ پچاس سال تک داڑھی مونڈتا رہا مگر اب الحمد للہ "شیطان سے انٹرویو" کی برکت سے پورے گھر کی کایا پلٹ چکی ہے"۔

o سعودی عرب:۔ "آپ کو دیکھنے سے پہلے ذہن میں ایک بوڑھے سے آدمی کا خاکہ تھا۔ بہرحال آپ کے صرف ایک کتابچے کی ایک لاکھ فوٹو کاپیاں جدّہ شہر کے ایک ایک گھر، دوکان اور دفتر میں تقسیم کر چکا ہوں"۔

o انگلینڈ:۔ "35 سال سے یہاں مقیم ہوں۔ ایک دوست سے "اور میں مر گیا" سُنا، سُنتے ہی مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، سوچا یہاں تو بے شمار لوگ ہیں جو اُردو بول سکتے ہیں، پڑھ نہیں سکتے۔ وہ بھی سُنیں تو شاید کسی کی اِصلاح ہو جائے۔ آپ تحریری اجازت نامہ بھیجیں تا کہ میں ان کے آڈیو کیسٹ بنوا کر یہاں تقسیم کروں"۔

آخر میں اُن تمام بہن بھائیوں کیلئے دُعا گو ہوں، جنہوں نے ان کتابچوں کی تقسیم میں خصوصی دلچسپی لی۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو اُن سب کے لئے صدقہ جاریہ اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے، اللہ تعالیٰ میرے ماں باپ کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

مُحتاجِ دُعا و اِصلاح
سلیم ثقف
موبائل: 0300-6404457

(مقامِ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو نہ صرف پس۔ پشت ڈالتے ہیں بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور آخرت کی زندگی انہیں قطعاً یاد نہیں، اگر اسی حالت میں انہیں موت نے آ گھیرا، تو اللہ نہ کرے کہ کسی کا انجام اس شخص جیسا ہو۔)

اور میں مر گیا

میرا بچپن نادانیوں میں گزر گیا۔ جب سے ہوش سنبھالا، اپنے بڑوں کی طرح دُنیا کے پیچھے بھاگتا رہا۔ مجھے غرض دولت سے تھی، چاہے حلال طریقے سے آئے یا حرام۔ سودی لین دین، کرکٹ میچوں پر شرطیں، پرائز بانڈ، لاٹری اور رشوت کی کمائی نے دنوں میں مجھے کروڑ پتی بنا دیا، اتنی دولت اکٹھی کی کہ خود مجھے اندازہ نہیں۔ ہر قسم کا نیا فیشن میرے گھر میں آتا۔ ڈیک، ٹی وی، وی سی آر، ڈھیر ساری فلمیں، ڈش، غرض ایسی کوئی نحوست نہ تھی جو میرے گھر میں موجود نہ ہو۔ رات کو فیملی سمیت کم از کم ایک فلم دیکھ کر سونا ہر روز کا معمول تھا۔ جب کوئی مہمان گھر آتا میں بڑے فخر سے چھوٹی بیٹی کو آواز دیتا، بیٹی! ذرا انکل اور آنٹی کو ڈانس تو کر کے دکھاؤ۔ دوسرے بچے بھی ڈراموں اور فلموں کے مختلف کرداروں کی نقلیں اتارنے میں بہت ماہر تھے۔ مختلف قسم کے ڈائیلاگ ان کو خوب یاد تھے۔ جھوم جھوم کر گانے سناتے اور اچھی کارکردگی پر انعام پاتے۔

گھر کے مین گیٹ پر نمایاں لکھا تھا "هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ"۔ اکثر میرے ذہن میں آتا کہ شیطان میرے بارے کیا سوچتا ہوگا کہ دولت اکٹھی کرنے کے سارے گُر میں نے سکھائے پھر اُسی کمائی سے اتنا عالیشان گھر بنا اور اب اتنے بے وفا نکلے کہ اُس پر لکھوا دیا

"هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ"

انتظامیہ سے ٹھیک ٹھاک مراسم کی وجہ سے کوئی مجھے پوچھنے والا نہ تھا۔ میرا شمار شہر کے

چند ایک شرفاء میں ہوتا، اتنی دولت ہونے کے باوجود ساری عمر مجھے حج کی سعادت نصیب نہ ہو سکی لیکن اکثر لوگ مجھے حاجی صاحب کہہ کر پکارتے، میرے ہاں اکثر مجمع سا لگا رہتا۔ اُونچی آواز میں ایک دوسرے کو گالیاں دینا تو عام معمول تھا، اور اس شور شرابے سے پورا محلہ تنگ تھا خصوصاً اگر پڑوس میں کوئی بیمار ہوتا۔ مگر کسی کو میرے خلاف بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ محلے کی مسجد میں میرا آنا جانا بس عید کے روز ہی تھا۔

دُنیاوی باتیں کرتے میں تھکتا نہیں تھا۔ میری زبان قینچی کی طرح چلتی مگر بدقسمتی سے میری زبان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کرنے کے معاملے میں بالکل گونگی تھی۔ کبھی کسی داڑھی والے سے سامنا ہوتا تو نہ جانے کیوں طبیعت مچلنے لگتی، خوب بحث مباحثہ ہوتا اور اکثر باتوں میں میرے دلائل کچھ اس قسم کے ہوتے۔

- نماز :- صُوفی صاحب یہ تو فارغ لوگوں کا کام ہے، ابھی تو بڑی عمر پڑی ہے، ابھی ٹانگیں ساتھ دے رہی ہیں۔ جب ٹانگیں کام کرنا چھوڑ جائیں گی تو پھر مسجد اور تسبیح ہی رہ جائے گی۔
- روزہ :- روزے تو رکھیں غریب، جن کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، ہم تو کھاتے پیتے لوگ ہیں۔
- زکوٰۃ :- یہ تو ٹیکس کی ایک قسم ہے اور وہ ہم حکومت کو دے رہے ہیں۔
- داڑھی :- حضرت جی! یہ کوئی عمر ہے داڑھی رکھنے کی؟ کیوں شادی کی مارکیٹ میں میرا ریٹ ڈاؤن کر رہے ہو۔ مجھے ابھی چاچا جی یا بابا جی نہیں کہلوانا۔
- پردہ :- پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کی اپنی نیت میں فتور ہوتا ہے۔
- صدقہ :- اللہ چاہتا تو غریبوں کو خود کھلا دیتا۔ جنہیں اللہ نہیں دیتا انہیں ہم کیوں دیں؟
- آخرت :- چھوڑو جی! یہ سب مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ خوامخواہ ڈراتے رہتے ہیں۔ وہ جہاں کس نے دیکھا ہے۔ ہاں! اگر ایسا کوئی چکر ہوا تو چونکہ مجھے یہاں بہت کچھ ملا ہوا ہے۔ آگے جا کر بھی میرے پاس بہت کچھ ہوگا، پھر میں نے کوئی اکیلے مرنا ہے، جہاں سبھی ہوں گے وہاں میں بھی چلا جاؤں گا۔ چار دن کی زندگی ہے، خوب عیاشی کے ساتھ گزارو۔

وقت گزرتا گیا، لاپرواہی دن بدن بڑھتی گئی۔ ایک دن اچانک میرے وجود نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ یک لخت ایسی حالت ہوگئی کہ صرف ایک گلاس پانی مانگنے کے لئے مجھے پورے جسم کی قوت صَرف کرنا پڑی۔ اگلے ہی لمحے ڈاکٹروں کی پوری ٹیم میرے گرد موجود تھی۔ میرے کانوں میں آواز پڑی کہ دل کا شدید دورہ ہے، بس دُعا کیجئے۔ یہ سنتے ہی مجھ پر کیا گزری یہ میں ہی جانتا ہوں یا میرا اللہ۔ اُس وقت مجھے پتہ چلا کہ میں کتنی بکواس کیا کرتا تھا کہ موسیقی روح کی غذا ہے اور گانے بجانے سے روح کو سکون ملتا ہے۔ آج تو مجھے اس سکون کی بہت ضرورت تھی، آج میرا دل گانا سننے کو کیوں نہیں چاہ رہا؟

مجھے شہر کے سب سے بڑے ہسپتال کے ایک ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں لا کر لٹا دیا گیا۔ میں بستر مرگ پر پڑا چھت کو گھور رہا تھا۔ حیرانی کی بات ہے کہ اس وقت چھت ایک بہت بڑی سکرین تھی اور اُس پر میری گھناؤنی زندگی کی پوری فلم چل رہی تھی، چھوٹے بڑے سبھی گناہ بہت صاف نظر آ رہے تھے۔ آہ! کیسی عجیب فلم تھی؟ میں گناہ کرتا تو دروازے بند کر لیتا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ افسوس! یہ نہ سوچا کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جو میری ایک ایک حرکت دیکھ رہی ہے۔ میری بدبختی کہ فرش والوں سے مجھے اتنی شرم آتی رہی اور عرش والے سے مجھے کبھی شرم نہ آئی۔ آہ! کتنا بے شرم تھا میں، اُس وقت مجھے احساس ہوا کہ اے بد بخت انسان! اللہ تعالیٰ کی ہستی کس قدر صابر ہے کہ تیری مسلسل بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں پر اُس ذات نے کتنا صبر کیا اور تو ایسا ظالم تھا کہ اتنی مہلت دیئے جانے کے باوجود اپنی جان پر ظلم کرتا رہا۔ اپنی اسی بھیانک فلم میں اُلجھا ہوا تھا کہ مجھے محسوس ہوا جیسے میرے گرد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا وِرد ہو رہا ہے۔ پھر اچانک کلمے کے وِرد میں تیزی آ گئی۔ حیرت ہے! جب میں گانے سُنتا تو بے اختیار میری زبان حرکت کرتی، ساتھ ساتھ میں بھی گنگناتا تھا مگر آج میرے چاروں طرف ایک ہی جملے کا وِرد ہو رہا تھا مگر بڑی کوشش کے باوجود میری زبان سے ایک لفظ جاری نہ ہو سکا۔

مجھے محسوس ہوا جیسے مجھے اُبلتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا ہو، جیسے تلوار سے میرے جسم کے ٹکڑے کرنا شروع کر دیئے گئے ہوں، جیسے زندہ بکری کی کھال اُتاری جا رہی ہو، جیسے بیلنے میں گنے کے ساتھ مجھے بھی ڈال دیا گیا ہو، جیسے ریل کی پٹری پر میرا سر رکھ کر اوپر سے ٹرین گزار دی گئی ہو، جیسے زندہ چڑیا کو آگ پر بھونا جا رہا ہو، جیسے میرے جسم کے چپے چپے پر ڈرل مشین سے سوراخ

کئے جا رہے ہوں، جیسے ایک کانٹے دار ٹہنی کو میرے اندر داخل کر کے یک دم باہر کھینچ لیا گیا ہو۔ اللہ کی قسم! اگر موت کی اس تلخی کا جانوروں کو پتہ چل جاتا تو دنیا والو! کوئی تندرست جانور تمہیں کھانے کو نہ ملتا۔

میں بہت چلّایا، بہت واویلا کیا، اللہ کا واسطہ دے کر منتیں کرتا رہا کہ آج چھوڑ دو، میں بہت نیک ہو جاؤں گا، آئندہ گناہ کے قریب نہیں پھٹکوں گا، نہیں چھوڑوں گا آج سے نماز، نہیں سُنوں گا آج سے گانے، نہیں دیکھوں گا فلمیں، ہائے میرے اللہ، ہائے ماں! کاش تُو نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، کیا ہو گیا ہے مجھے، آج تو میرا مال بھی میرے کام نہیں آ رہا، کہاں مر گئے کارندے، کہاں گئے تعلقات، کہاں گیا موبائل پر بار بار میوزک کا بجنا؟

اچانک ملک الموت کی دہشت ناک آواز میرے کانوں میں گونجی، جس نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ "نکل اے خبیث روح! اپنے خبیث بدن سے، نکل! آج تُو بہت قابلِ مذمت ہے، کھولتے ہوئے پانی، پیپ، زقّوم اور طرح طرح کے عذابوں کی تجھے خوشخبری ہو"۔ اُف میرے اللہ! کیا ہر بدکار کی روح اسی طرح نکلتی ہے؟ اُس وقت میں اتنی تکلیف محسوس کر رہا تھا کہ جیسے کسی نے باریک سا کپڑا کانٹے دار ٹہنیوں پر ڈال کر زور سے اپنی طرف کھینچا ہو، اِس طرح میرا سارا بدن تار تار ہو گیا۔ پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوئے پھر پنڈلیاں اور آہستہ آہستہ پورا بدن ٹھنڈا ہو گیا۔

اور میں مر گیا!

ملک الموت نے میری روح کھینچ کر نکالی۔ (جیسے گرم سلاخ گیلی اُون میں رکھ کر کھینچی گئی ہو)۔ اُسی وقت آسمان سے سیاہ چہرے والے فرشتے اُترے، اُنہوں نے پلک جھپکنے میں میری روح کو پکڑا اور ایک گندے سے ٹاٹ میں لپیٹ دیا جو اُن کے پاس پہلے سے موجود تھا۔ (ایک وقت تھا کہ میں گھر سے بہترین سوٹ اور اعلیٰ قسم کی خوشبو لگا کر نکلتا اور جس گلی سے گزرتا، پتہ چلتا کہ فلاں صاحب گزرے ہیں، مگر آج مجھ سے اس قدر بدبُو آ رہی تھی جیسے کئی جانوروں کی لاشیں کسی جگہ اکٹھی پڑی ہوں)۔ فرشتے میری روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے۔ وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے، وہ پوچھتے یہ خبیث رُوح کس کی ہے؟ وہ کہتے فلاں بن فلاں کی، وہ بہت بُرے طریقے سے میرا نام بتا رہے تھے۔ جس طرف سے گزر

ہوا اُن بخت فرشتوں کی آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں، لعنت ہو، لعنت ہو، لعنت ہو۔

آسمانِ دُنیا پر پہنچ کر فرشتوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا مگر دروازہ نہ کھولا گیا۔ آواز آئی! اس قسم کے لوگوں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ ہی اس قسم کے لوگ جنت میں داخل ہونگے، ان کا جنت میں جانا اتنا ہی محال ہے جتنا سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا، پھر میری روح نیچے پھینک دی گئی۔

اُدھر دنیا میں جامع مسجد کے بڑے بڑے سپیکروں سے میرے جنازے کا اعلان ہو رہا تھا۔ وہ مسجد کہ جس کے بارے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ساری عمر مجھے کم ہی داخلہ نصیب ہوا مگر نہ جانے کیوں آج عجیب قسم کے تعریفی کلمات کے ساتھ میرے جنازے کا بار بار اعلان ہو رہا تھا اور ہر مرتبہ مجھے حاجی صاحب کہہ کر پکارا گیا۔ زندگی میں جب کسی کے مرنے کا اعلان ہوتا تو میں ہنستے ہوئے کہتا لو جی! آج ایک اور صاحب آؤٹ ہو گئے، لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اسی سپیکر پر کبھی میرے جنازے کا بھی اعلان ہو گا۔

میری آنکھیں بند کر دی گئیں اور جبڑوں پر کپڑا باندھ دیا گیا۔ میری بدقسمتی کہ روتے روتے کچھ نے ماتم کرنا شروع کر دیا اور کچھ نے بال نوچنا شروع کر دیئے (مگر بعد میں عذاب مجھے بھگتنا پڑا)۔ اِسی دوران عصر کی اذان ہوئی، گھر میں عورتوں کا ہجوم اور باہر مردوں کا، لیکن افسوس! شاید ہی کسی نے نماز پڑھی ہو۔ میں نے چیخ کر کہا او غافلو! مجھے چھوڑو، میں تو اپنے انجام کو پہنچ چکا، تم اپنی فکر کرو، نماز کا وقت جا رہا ہے مگر اتنے شور شرابے میں میری کون سُنتا؟

میری لاش کے گرد گھر والوں اور رشتے داروں کا ایک ہجوم تھا۔ میرا ایک ہاتھ چھوٹی بیٹی نے اور دوسرا بڑی نے اپنے اپنے گالوں کو لگا رکھا تھا، پاؤں کو بیٹوں نے اپنے بازوؤں سے جکڑا ہوا تھا، میری بیوی بار بار میرے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی، میری ماں میرے چہرے پر ہاتھ پھیر رہی تھی، آخری مرتبہ میری ماں نے میرے ماتھے کو چوما اور پھر ایک دم گم سم سی ہو گئی، کوئی کفن خریدنے کے لئے کہہ رہا تھا تو کوئی قبر کھودنے کے لئے، کوئی لائٹ کا بندوبست کرنے اور کوئی غسل دینے والے کو بُلانے کیلئے۔

غسل دینے کے لیے مسجد سے مولوی صاحب کو لایا گیا، انہوں نے مجھے ایک تختے پر لٹا کر آہستہ آہستہ میرے پیٹ کو دبانا شروع کیا تاکہ کوئی گندگی وغیرہ ہو تو نکل جائے۔ پھر

انہوں نے اپنے ہاتھ پر کپڑے کا لفافہ باندھ کر غسل کی نیت کی اور میری شرم گاہ دھوئی، نجاست صاف کی پھر ہاتھ سے لفافہ اتار کر مجھے نماز کے وضو کی طرح وضو کرایا اور میرے جسم پر پانی ڈالا، اوپر سے شروع کیا اور نیچے کو لے گئے۔ تین بار ایسا کیا اور یہ وہی مولوی صاحب تھے جن کو زندگی میں اکثر میں مذاق کیا کرتا تھا اور کبھی اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا مگر آج وہی میرے کام آ رہے تھے۔ میرے گھر والوں نے کفن کے طور پر ریشمی کڑھائی والا لباس مجھے پہنا دیا اور پھر مجھ بدنصیب پر انتہائی قیمتی پرفیوم کا بھرپور چھڑکاؤ کیا گیا۔ ان عقل کے اندھوں کو کیا پتہ کہ ابھی میرے ساتھ کیا بیتی ہے؟ اگر میں بتانے کے قابل ہوتا کہ فرشتوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تو اللہ کی قسم! سب میری میّت کو چھوڑ کر بھاگ جاتے اور اپنی اپنی فکر میں لگ جاتے۔ اِسی دوران میرا چھوٹا بیٹا بھاگ کر ایک فوٹو گرافر لے آیا جو بڑی پھرتی سے دھڑا دھڑ میری تصویریں کھینچ رہا تھا، پھر ویڈیو والے آ گئے، انہیں دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ مجھے ریشمی لباس کیوں پہنایا گیا۔ لوگ اپنی اپنی فلم بنوانے کے لئے انداز بدل بدل کر میری چارپائی کے گرد گھوم رہے تھے۔

پروگرام کے مطابق جنازے کا وقت ہو گیا۔ آوازیں آنا شروع ہو گئیں "دیر ہو رہی ہے جی"۔ جنازہ اُٹھانے کی دیر تھی کہ عورتوں کی چیخوں کی آواز سے سارا محلّہ ہل کر رہ گیا۔ میرے بیوی بچے چارپائی سے لپٹ گئے، بڑی مشکل سے مجھے باہر نکالا گیا۔ چار آدمیوں نے میری چارپائی کو کندھوں پر اُٹھا لیا۔ سڑک پر پہنچے تو سارے دُوکاندار کھڑے ہو کر افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ کچھ لوگ آگے ٹریفک کنٹرول کر رہے تھے۔ لوگوں کے قدموں کی چاپ سے میں نے اندازہ لگایا کہ لاکھوں کا مجمع ہے۔ افسوس! کسی متقی، پرہیزگار، تہجد گزار غریب آدمی کا جنازہ ہوتا تو پچاس آدمی اکٹھے نہ ہوتے۔

جنازہ گاہ میں عجیب منظر تھا، کچھ لوگ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی موجود تھے، جو سیاسی اور کاروباری گپیں ہانک رہے تھے۔ آواز آئی "سب آ گئے ہیں جی"۔ صفیں درست کی گئیں، اتنے میں میرے بڑے بیٹے نے رسم پوری کرنے کے لئے آہستہ سی آواز نکالی، جو شاید پہلی صف والے بھی ٹھیک طرح نہ سُن سکے ہوں، "بھائیو! اگر کسی کا قرض میرے باپ کے ذمہ ہو تو وہ بعد میں مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے"۔ اگر امام صاحب کو میرے قرض کے متعلق علم ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ میری نمازِ جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیتے۔ امام صاحب نے اللہ اکبر کہا ہی تھا

کہ ایک شخص کی زوردار آواز آئی "ٹھہرو جی! کچھ لوگ اور آ گئے ہیں"۔ بہر حال امام صاحب نے ہاتھ باندھ لئے۔ افسوس! اتنے بڑے مجمع میں چند ایک ہونگے جنہیں نمازِ جنازہ آتی ہو، ورنہ اِس معاملہ میں سبھی میرے بھائی نظر آ رہے تھے اور مارے شرم کے دائیں بائیں نظریں گھما رہے تھے، کچھ سامنے لگے بڑے سے بورڈ کو گھور رہے تھے جیسے کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ چار تکبیر کہہ کر سلام پھیر لیا گیا اور میرے اِن بھائیوں کی جان میں جان آئی چونکہ ہر میّت کے ساتھ میں بھی ایسے ہی کیا کرتا تھا، آج میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا۔ میرے جنازے میں بہت سی ایسی ہستیاں موجود تھیں کہ اگر میرے ساتھ ان کی بھی نمازِ جنازہ پڑھادی جاتی تو بہتر ہوتا۔

آخری دیدار کے لئے میرے مُنہ سے چادر ہٹائی گئی۔ بڑی بے ڈھنگی سی قطار میں سبھی میرا مُنہ دیکھ کر آگے بڑھنے لگے، کوئی اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتا، کوئی منہ اوپر کر کے ہاتھ جوڑتا، کسی کی آواز آئی یا اللہ معاف کر دے۔ ہر کوئی میرے بیٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا تاکہ اپنی حاضری لگوا سکیں پھر مجھے کندھوں پر اٹھا کر سب نے میری قبر کی طرف (جو پہلے سے تیار تھی) چلنا شروع کر دیا، پھولوں کی دوکان سے کچھ نے گلاب کے ہار لئے اور کچھ پتیاں لفافے میں ڈال کر لے آئے۔ مجھے قبر میں اتار کر میرے اوپر مٹی ڈالی جانے لگی۔ میرے بعض "خیر خواہ" ساتھ والی قبروں کی مٹی بھی مجھ پر ڈال رہے تھے، اس طرح مجھے منوں مٹی تلے دبا دیا گیا، سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، ہر طرف خاموشی چھا گئی، میں جوتیوں کی آواز سُن رہا تھا، میں سمجھا کہ جتنی سزا ملنی تھی مل چکی، اب قبر میں آرام سے پڑا رہوں گا مگر یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اب ایک مستقل عذاب سے پالا پڑنے والا ہے، ایسا دردناک عذاب کہ اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے، میری قبر کے باہر گلاب کی خوشبو، اگربتیوں کی لپٹیں اور گیلی مٹی کی اپنی ایک مہک تھی مگر قبر میں میرا جی گھبرا رہا تھا۔

قبر نے عجیب طریقے سے میرے ساتھ شکوہ کیا۔ "اے غافل انسان! تُو دنیا میں مگن تھا، مگر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس دن میں نے تجھے آواز نہ دی ہو کہ میں وحشت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جتنے لوگ میری پُشت پر چلتے تھے، میرے نزدیک ان سب سے زیادہ قابلِ نفرت تُو تھا، جبکہ آج میں تجھ پر حاکم بنادی گئی ہوں

اور تُو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے، تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں"۔

آناً فاناً سیاہ رنگ کے دو فرشتے میری قبر میں آ دھمکے۔ انہوں نے مجھے اُٹھا کر بٹھا (نہ پوچھو اس وقت میری کیا حالت تھی، میں تھر تھر کانپ رہا تھا) انتہائی غضب ناک لہجے میں بولے "مَنْ رَّبُّکَ"۔ حیرانی کی بات ہے کہ زندگی میں شاید کبھی میں نے کوئی قرآنی آیۃ حدیث نبوی ﷺ سُنی ہو۔ لیکن مجھے عربی کی صحیح سمجھ آ رہی تھی کہ یہ پوچھ رہے ہیں تیرا رب ک ہے؟ عجیب خبط سوار ہوا مجھ پر کہ میں نے جواب دینے کی بجائے عجیب قسم کی بڑھکیں مارنا شر کر دیں جیسے شیطان نے کسی کو چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ ھَا ھَا لَا اَدْرِیْ (ہاہا میں نہیں جانتا) پھر مزید سختی سے بولے! "مَادِیْنُکَ" (تیرا دین کیا ہے) دوبارہ میں نے وہی جواب دیا۔ انتہ غضب ناک ہو کر بولے! مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ (کون ہیں یہ جن کو ت طرف بھیجا گیا)۔ قسمت کھوٹی اس مرتبہ بھی میری زبان سے وہی الفاظ جاری ہوئے۔ آ سے آواز آئی! اَنْ کَذَبَ (کہ یہ جھوٹا ہے) فَافْرِشُوْہُ مِنَ النَّارِ (اس کا بستر آگ کا دو)۔ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ النَّارِ (اسے آگ کا لباس پہنادو)۔ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی النَّارِ (اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو)۔

یہ آواز آنے کی دیر تھی کہ اُسی وقت میری قبر میں لو اور گرمی آنا شروع ہو گئی اور قبر تنگ ہو گئی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس گئیں۔ پھر کیا سناؤں! "ایک اندھا اور فرشتہ میری قبر پر مسلط کر دیا گیا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گُرز تھا۔ اس نے اس گُرز سے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ میری چیخوں کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ اردگرد کی تمام چیزیں سن رہی تھیں"۔ بھائیو اور بہنو! اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ مجھے اس وقت کتنی تکلیف ہوئی تو اللہ کی قسم! تم لوگ اپنے مُردے دفنانا چھوڑ دو۔

بھائیو اور بہنو! یہاں میں نے بہت کچھ برداشت کیا اور اب بھی کر رہا ہوں مگر بات جو اس سزا سے زیادہ اذیت ناک دکھائی دے رہی ہے وہ یہ کہ اے اللہ! قیامت کے رو ذلیل اور مکروہ چہرہ لے کر کس طرح تیرے حضور حاضری دُونگا، اپنے جرائم کا تجھے کیا جوا گا؟ قبر میں تو کوئی دیکھنے والا نہیں کہ یہاں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے مگر میدان حشر میں اُمتیں ہونگی، سارے انبیائے کرام ہونگے اور خصوصاً سرورِ دو جہاں، سید الاوّلین

جناب محمد ﷺ بھی موجود ہونگے، کیا سوچیں گے میرے بارے میں؟

کاش! کوئی بہن یا بھائی میرا یہ پیغام میری اولاد کو بھی پہنچا دے کہ آؤ اپنے بدنصیب باپ کی انگاروں سے بھری ہوئی قبر دیکھو۔ میرے بچو! میری قبر میں بہت سے سانپوں نے مجھے گھیر رکھا ہے جو سارا دن میرے بدن کو نوچتے رہتے ہیں۔ میرے بیٹو! میری قبر پر ایک بار آ کر تو دیکھو، اگر تمہیں یہاں آنے کی فرصت نہیں تو میرے چھوڑے ہوئے مال میں سے کچھ صدقہ کر دو، یہ بھی نہیں تو اس مسکین کی ایک التجا ہے کہ میرے ذمہ عبدالرحمن کی رقم ہے جس کا تمہیں علم ہے، کم از کم اس کا کچھ کر دو۔ برخوردار! ابھی تک تم نے اس سے رابطہ نہیں کیا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ تم نے جنازہ گاہ میں اعلان بھی کیا تھا۔ عبدالرحمن نے اُس وقت مناسب نہ سمجھا کہ رقم کے بارے میں تم سے بات کرے۔ اس کی شرافت دیکھو کہ رقم کے مطالبے کے لئے آج تک تمہارے دروازے پر نہیں آیا۔ اللہ کے واسطے! کم از کم وہی حساب چکا دو، میں یہاں بہت بے بس ہوں۔ چیک بک سیف میں پڑی رہ گئی اور آتی دفعہ تم نے میری راڈو کی گھڑی، سونے کی انگوٹھی، لاکٹ، بٹوا، سب کچھ نکال لیا حتی کہ میرے کپڑے تک اُتار لئے، اب یہاں کیا ہے میرے پاس؟ کل جب وہ مجھ سے مانگے گا تو کہاں سے دوں گا؟ نیکیاں تو پہلے ہی میرے پاس نہیں کہ اسے دے کر راضی کر لوں۔ اب لگتا ہے اس کے گناہ مجھ پر لاد دیئے جائیں گے۔

بیٹا! کتنے دکھ کی بات ہے کہ قرضہ ادا کرنے کی تمہیں توفیق نہ ہوئی مگر میرے چالیسویں پر تم نے کئی لاکھ خرچ کر ڈالے۔ کیا ضرورت تھی اتنے ایم۔ پی۔ اے، ایم۔ این۔ اے اور علماء کرام کو اکٹھا کرنے کی؟ کیا ضرورت تھی اخبارات میں تصویر اور خبر لگوانے کی؟ کیا ضرورت تھی دعوتی کارڈ چھپوانے کی؟ روسٹ مرغ، پائے، بریانی، میٹھے چاول، فرنی، پھلوں کی ڈشیں اور سوٹ وغیرہ لائنوں میں سجا کر ویڈیو بنواتے ہوئے تمہیں ذرا شرم نہ آئی اور پھر ڈوب مرنے کا مقام تھا جب دو بھانڈ شامیانے، دیگیں اور اتنا بڑا مجمع دیکھ کر اپنی مخصوص آواز نکالتے ہوئے پنڈال میں آگئے۔ وہ تو ایک صاحب نے عقلمندی کی کہ جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں بتایا کہ یہ شادی کی تقریب نہیں بلکہ حاجی صاحب کا چالیسواں ہے۔ مگر وہ بھی آخر بھانڈ تھے جاتی دفعہ کہنے لگے "ماشاءاللہ حاجی صاحب کے چالیسویں کا یہ حال ہے تو شادی پر کیا طوفان برپا ہوا ہوگا"۔

میرے بچو! جب تم گھر میں (جسے میں اپنا سمجھتا تھا) زور زور سے قہقہے لگاتے ہو تو اللہ

کی قسم! مجھے یہاں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اتنے لچر اور فحش قسم کے گانوں کی آوازیں اس گھر سے بلند ہوتی ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ اگر گانے بجانے کے بغیر تمہاری گذر نہیں ہوتی تو کم از کم آواز ہی آہستہ رکھا کرو اور یہ میرے مرنے کے بعد نئی کار، نئی موٹر سائیکل، کیا سوچتے ہونگے محلے والے؟ تمہارے سامنے تو کچھ نہیں کہتے مگر سارا محلہ کہتا ہے کہ باپ کے مرنے پر جشن منا رہے ہیں۔ میرے بچو! میں جانتا ہوں کہ تمہارا وقت بہت قیمتی ہے۔ بس آخری بات! اس کے بعد کچھ نہیں کہوں گا۔ بیٹا! اپنی ماں اور بہنوں سے کہنا کہ اللہ سے ڈریں، چند دن بھی ان سے صبر نہ ہو سکا۔ خوب بناؤ سنگھار کر کے اتنے چکیلے، بھڑ کیلے لباس اور کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ بے پردہ باہر آنا جانا چھوڑ دیں۔ کیوں کرتے ہو یہ سب کچھ؟ کیوں اذیت دیتے ہو مجھے؟ یقین مانو! یہ سب کچھ کرتے تم ہو مگر بھگتنا مجھے پڑتا ہے، میری سزا میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیوں کرتے ہو اس طرح؟ آخر میں تمہارا باپ ہوں، جو سلوک تم میرے ساتھ کر رہے ہو اس طرح تو کوئی شریف ہمسایہ بھی نہیں کرتا، تم تو میری اولاد ہو، باپ سمجھ کر نہیں تو کم از کم ایک ہمسائے جتنی حیثیت تو دے دو۔ زندگی میں تم ابا جان، ابا جان، کہتے تھکتے نہیں تھے، تمہیں ہی پالنے کے لئے حرام کماتا رہا، آج کیا ہو گیا ہے مجھے؟ یہی ناں کہ یہاں میرے پاس دولت نہیں ہے۔ تمہارا ستیاناس! ڈرائنگ روم میں میری اتنی بڑی تصویر ہار ڈال کر سجا رکھی ہے، کس کو دکھانے کے لئے؟ جاؤ! میں تمہیں جائیداد سے عاق کرتا ہوں۔ اللہ! تم جیسی اولاد کسی کو نہ دے۔

خیر! اس میں میرا اپنا قصور بھی ہے۔ میں نے اولاد کے لئے سب کچھ کیا مگر ان کی تربیت کے لئے کچھ نہ کیا۔ میں کہتا تھا کہ بچے بڑے ہو کر کیا کہیں گے کہ ہمارے باپ نے ہمارے لئے کوئی جائیداد بھی نہیں بنائی۔ افسوس! اگر ان کی تربیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرتا تو آج یہی اولاد میرے لئے صدقہ جاریہ ہوتی۔ اُس وقت اگر کوئی کہتا کہ اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم بھی دلواؤ تو میں کہتا، میں نے انہیں افسر بنانا ہے "ملاں" نہیں بنانا۔ افسوس! اچھے افسر تو بن گئے مگر اچھے مسلمان نہ بن سکے، یا کم از کم ایک بیٹی کی اچھی تربیت کر دیتا تو شاید میرے لے جنت میں داخلے کا ذریعہ بن جاتی مگر اب پچھتانے سے کیا فائدہ، یہ تو ظاہر ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ مجھ جیسے ماں باپ کے نافرمان کا یہی حال ہونا چاہئے تھا۔
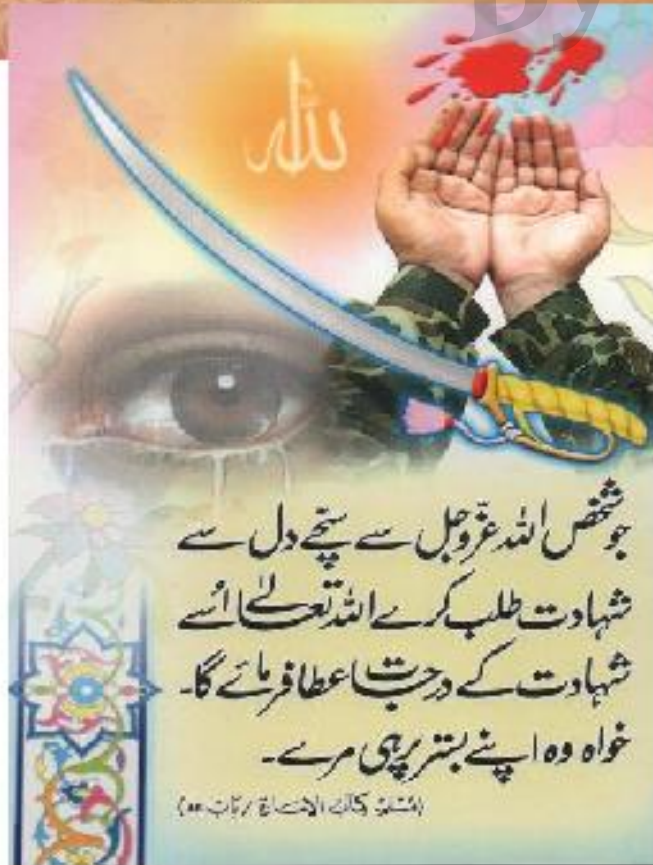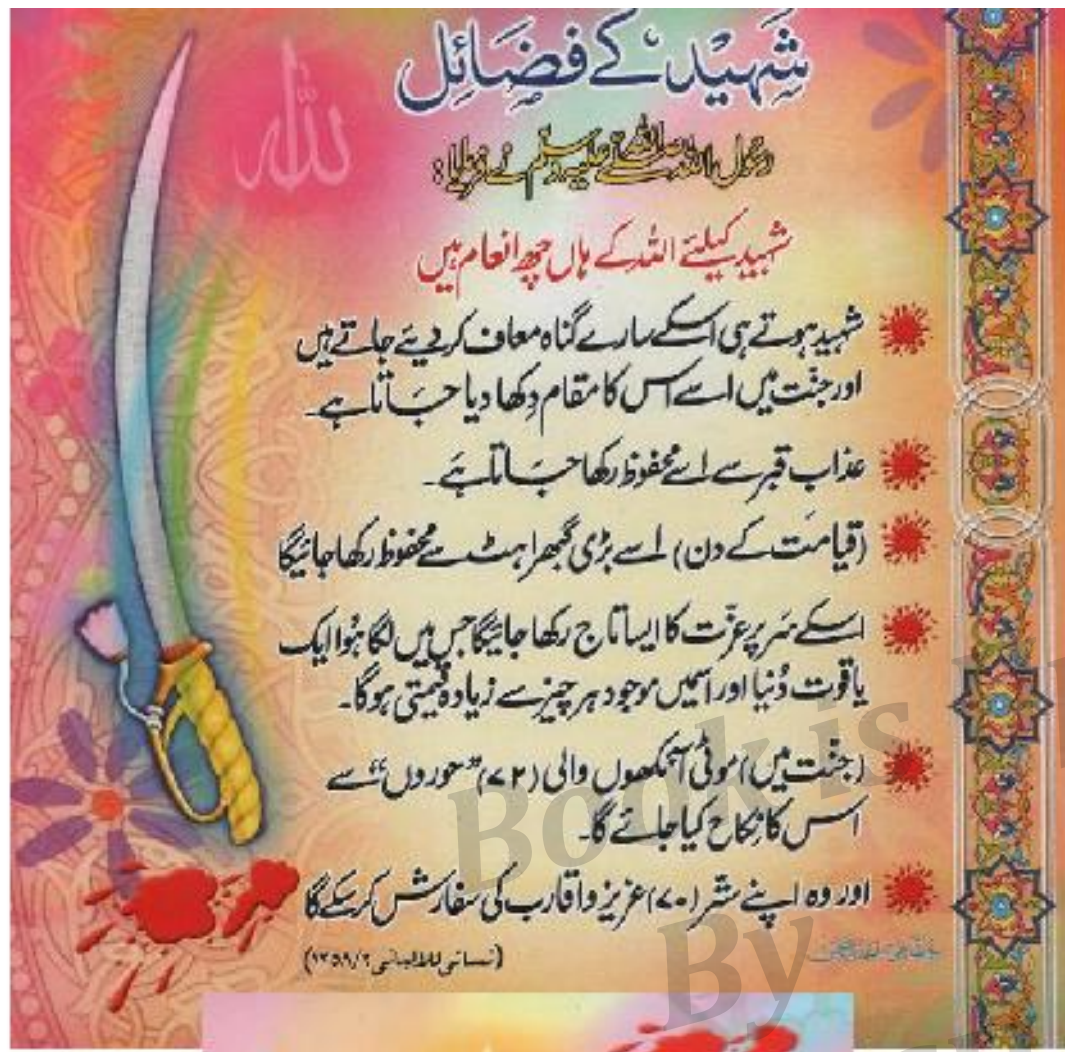
بھائیو اور بہنو! بس آخری بات! میرے زخمی اور لرزتے ہوئے ہاتھ دیکھو، اب اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے اس انجام سے عبرت پکڑو۔ "بڑھاپا آنے سے پہلے جوانی میں کچھ کرلو، بیماری آنے سے پہلے تندرستی میں کچھ کرلو، تنگی آنے سے پہلے خوشحالی میں کچھ کرلو، مصروفیت آنے سے پہلے فرصت میں کچھ کرلو اور موت آنے سے پہلے زندگی میں کچھ کرلو" ورنہ میری طرح پچھتاؤ گے، بہت پچھتاؤ گے۔

مجھے اب اُمید کی ایک ہی کرن نظر آتی ہے کہ میری باتیں سن کر کسی بہن یا بھائی نے اللہ کے خوف سے صرف ایک آنسو بہادیا اور سچی توبہ کرلی تو نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ایسے ایک فرد کی بدولت اللہ میری قبر ٹھنڈی کردے گا، میرا عذاب ٹل جائے گا، میری قبر تاحدِ نگاہ کشادہ کردی جائے گی، مجھے جنتی خوشبوئیں آئیں گی، میری قبر میں جنتی بستر بچھ جائے گا، مجھے جنتی باس پہنادیا جائے گا اور کہا جائے گا سوجا! جس طرح دُلہن سوجاتی ہے۔

بھائیو اور بہنو! اب ترس کھاؤ اس بدنصیب بھائی پر، اللہ کے واسطے! سُستی نہ کرنا، ابھی سے یہاں آنے کی تیاری شروع کردو۔ میری طرف دیکھو! مجھے مرے ہوئے کئی سال گذر گئے مگر جان نکلتے وقت جو تکلیف ہوئی، آج بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اب تو دل سے ایک ہی دعا نکلتی ہے کہ پروردگار! مجھ جیسے انجام سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو محفوظ فرما، اُن کی قبر اور حشر کی منزلیں آسان فرما۔ (آمین)

اس دینی اور اصلاحی لٹریچر کو گھر گھر پہنچانے کیلئے صاحب استطاعت 275 روپے فی سینکڑہ (علاوہ ڈاک خرچ) کے حساب سے منی آڈر یا ڈرافٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

صُفّہ اسلامک سنٹر، منیر چوک گوجرانوالہ Ph:733186
Fax:733187 E-Mail:suffah@hotmail.com

تمام کتابچے ایک جلد میں اور ان کے آڈیو کیسٹ دستیاب ہیں

جو شخص اللہ عزوجل سے سچے دل سے شہادت طلب کرے اللہ تعالےٰ اُسے شہادت کے درجات عطا فرمائے گا۔ خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔